کرنیں	باسمہ الکریم	مدیر کے قلم سے

ملا کا کردار

۱۹۷۹ء میں روسی فوجیں افغانستان میں باقاعدہ داخل ہوئیں، روسیوں اور ماسکو کے تربیت یافتہ روس نواز افغانی کارندوں نے باہمی مشورے سے یہ متفقہ فارمولا طے کیا کہ ملا کو افغان کے کوہ و دمن سے کسی طرح اڑا دیا جائے تو روسی تہذیب و استبداد کی راہ میں حائل دوسری مشکلات کی برف خود بخود پگھلتی چلی جائے گی۔ اس سنگ گراں کو ہٹانے کے لئے پکڑ دھکڑ شروع ہوئی۔ لیکن ملا کی شناخت مسئلہ بن گیا کہ داڑھی اور پگڑی افغان معاشرے میں صرف ملا کی علامت نہیں، پختون قوم کی روایت بھی ہے، اس کا حل یہ نکالا گیا کہ جہاں دو آدمی نظر آئیں، کٹھ پتلی حکومت کا کارندہ "او ملا صیب!" کہہ کر آواز دیتا، جو اس آواز پر التفات کرتا، آڑے ہاتھوں گرفتار کرلیا جاتا کہ ملا ہو نہ ہو، یہ لفظ سن کر التفات اور مڑ کر دیکھنے کا مجرم تو ہے۔ بات کب تک چھپی رہتی، ملا کی شناخت کا یہ طریقہ بھی مشہور ہوگیا، اب کوئی کارندہ "او ملا صیب!" کی صدا لگاتا، ملا مڑ کر سانس لئے بغیر غصے سے کہہ دیتا "ملا یہ دے حضہ پلاروی" (ملا تو تمہارا باپ ہوگا)...... زابل میں ایک ملا صاحب نے کارندے کی اس آواز پر جب یہ جملہ کہا تو اس نے معذرت کی کہ آپ کو آواز نہیں دی، آپ کے ساتھ موجود دوسرے لوگوں کو آواز دی ہے، وہ کہاں گئے؟ فرمانے لگے "بعض اس طرف گئے، بعض اُس طرف....." اور لفظ "بعض" کی عین کو پوری تجوید و صفائی کے ساتھ ادا کیا، لیکن یہ عمدہ ادائیگی ملا صاحب کو مہنگی پڑی اور یہ کہہ کر وہ گرفتار کر لئے گئے کہ "عین" کی اتنی عمدہ ادائیگی صرف ملا کر سکتا ہے۔ اس طرح شناخت کرکے گرفتار کئے جانے والے ہزاروں علماء کا آج تک پتہ نہیں چل سکا کہ زندہ ہیں یا شہیدان راہ وفا میں شامل ہو چکے ہیں۔ افغانستان کی گزشتہ ۲۳ سالہ تاریخ ہمارے سامنے ہے، ہم پاکستانیوں نے بہت قریب سے اس کا مشاہدہ کیا، اس ملا کو قصۂ ماضی بنانے کے لئے وہاں کیا کیا طریقے اختیار نہیں کئے گئے، لیکن یہ ملا بکا نہ جھکا نہ مٹا...... بلاشبہ افغانوں میں ملا کو اس بلندیٔ کردار کی بناء پر اب بھی سیادت کا درجہ حاصل ہے...... برصغیر کے مسلمانوں کے دین و تہذیب کی حفاظت کے لئے ملا کی قربانیوں کی جو ناقابل فراموش تاریخ ہے، اُسے دیکھ کر بلا کسی مبالغہ اور تردد کے کہا جاسکتا ہے کہ ملا یہاں کے مسلمانوں کا عظیم محسن ہے، شہروں اور تمدن کی آماجگاہوں کو تو چھوڑیں کہ ان میں دین کی تعلیم و تربیت اور ہر مذہب کو پلنے، بڑھنے اور پنپنے کے مواقع بہر حال میسر آجاتے ہیں، ذرا دیکھیں، دیہاتوں، بیابانوں میں بسنے والے مسلمانوں میں اسلام کے ٹمٹماتے دیئے کے لئے لہو کا تیل کون فراہم کر رہا ہے...... جب پہاڑیوں میں واقع بستیاں رات کی آغوش میں سوتی ہیں، جب زمستانی ہواؤں کی منہ زور موجیں ٹکراتی ہیں، برق و باراں کی گھٹائیں چھاتی ہیں، آندھیوں کے جھکڑ چلتے ہیں اور سردی کی بے رحم لہریں ہڈیوں کے گودے تک میں سرایت کرتی ہیں، یہ ایک ملا ہی ہے جو اس یخ بستہ رات میں رات کے آخری پہر لحاف چھوڑتا ہے، مسجد کھولتا ہے، شمع جلاتا ہے اور صبح کی پو پھٹتے ہی "اللہ اکبر اللہ اکبر" ...... اللہ کی کبریائی کی صداؤں سے فضا کے سناٹوں اور شبستان وجود کو لرزا دیتا ہے، پھر ذکر میں مشغول ہوکر کسی نمازی کا انتظار کرتا ہے، کوئی بوڑھا سوٹی لگاتے لگاتے پہنچ جائے تو مسجد کو جماعت کی رونق سے، ورنہ تنہا نماز کی حرارت سے آباد رکھتا ہے...... یہ ایک ملا ہی ہے جو ٹھٹھرتے یخ بستہ لمحوں، پیوند لگی چادر میں سکڑ کر غریب مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پڑھاتا، نماز سکھاتا اور دین پر چلنے کی راہ دکھاتا ہے، دیہاتی زندگی کے اس بہشت گوش منظر کا آج بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، جب صنوبر کی شاخ پر بیٹھی قمریاں چہچہا کر آغاز سحر کرتی ہیں، تب مٹی کے بنے کچے گھروں سے روحانی لے میں بوڑھوں، بوڑھیوں کی تلاوت قرآن کی ایمان پرور صدائیں سماعتوں میں رس گھولتی ہیں، ایک حرف بھی پڑھنے کی صلاحیت نہ رکھنے والے یہ اَن پڑھ تلاوت کیسے کرلیتے ہیں؟ پوچھیں گے تو اس کا سہرا بھی گاؤں کے ملا یا ملانی کے سر۔ ملا کا یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند...... ہر سمت صرصر کے مرغولوں میں آنکھ کو جھلسانے والی اور جلانے والی سموم کا راج ہو، آسمان شعلے برساتا اور زمین آگ اگلتی ہو، گرم موسم کے ان تھپیڑوں کی پروا کئے بغیر اللہ کا گھر آباد رکھنا اس ملا کا وہ اُجلا کردار ہے جس کی بدولت تہذیبوں کو ہڑپ کر جانے والی برصغیر کی سرزمین میں مسلمان تمام اسلامی شعائر کی زندہ تعبیروں کے ساتھ موجود ہیں...... ملا کے کردار سے محروم کی جانے والی اندلس کی بدنصیب سرزمین میں غرناطہ کی عبرت گاہوں اور اسلامی تہذیب کے نقوش کہن کے سوا آج کیا نظر آتا ہے، قرطبہ کے وادالکبیر سے گزرنے والے بے خبر مسافر کو کیا خبر کہ اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں!...... لیکن اسے برصغیر کے مسلمانوں کی خوش نصیبی کہئے کہ یہاں ملا کی بدولت اسلام اپنے تمام تر تشخصات کے ساتھ تابندہ و درخشاں ہے، ورنہ اسلام کو مٹانے کے لئے اس خطے میں کیا کیا قیامتیں بپا نہیں کی گئیں۔ سخت جان ملا کے کردار کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے انگریز مورخ اسٹیفن کے بقول ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۶ء تک...... ان تین سالوں میں ۱۴ ہزار علماء دہلی کے چاندنی چوک پر قتل کئے گئے، ان میں پانچ سو علماء کو سور کی کھالوں میں سی لینے کے بعد کھولتے تیل میں ڈال کر دردناک طریقے سے شہید کیا گیا۔

مسلمانوں کا ان کے دین سے ناطہ جوڑے رکھنے کے لئے اس ملا نے شہر شہر، قریہ قریہ، بستی بستی مسجدیں بنائیں، مکاتب کھولے، مدارس قائم کئے اور اس راہ کی کٹھن منزلوں میں یہ اپنے ہی نادان مسلمان بھائیوں کی مخالفتیں، طعنے اور پھبتیوں کے گھائل کرنے والے تیر سہتا اور آرزوؤں کا خون کرتا رہا۔ ضرورت پڑنے پر اقتدار کے ایوانوں میں کبھی آیا بھی تو فقیرانہ آیا اور بے داغ دامن کے ساتھ، صدا کر چلا...... یہ ملا ہی تھا جس کے سینے میں قلب کو گرمانے اور روح کو تڑپانے والی زندہ تمنا نے انگڑائی لی اور تبلیغ کو "تغلیب" کہنے والے میوات کے دیہاتیوں میں اس کی گرمیٔ آرزو سے اسلام کی ایک ایسی آفاقی تحریک کی ابتداء ہوئی جس نے زندگی کے مختلف شعبوں اور دنیا کے مختلف خطوں سے متعلق بھٹکے ہوئے لاکھوں مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھائی۔ تہذیب فرنگ کا قاعدہ پڑھنے والے مکتب مغرب کے فرمان بردار دانشوروں کو یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اسلامی علوم کا پاسبان "ملا" مسلمانان برصغیر کا عظیم محسن ہے۔ اسلامی تہذیب کی حفاظت کے لئے ملا کے کردار کا لہو رنگ دفاعی حصار نہ ہوتا تو اسلامیان ہند کی گئی محفلوں کی دھول بھی آج کسی تاریخ پارینہ میں نہ ملتی!